۱۱؍ستمبر ۱۹۰۸ء

خطبہ جمعہ

حضرت امیرالمومنین نے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ پر خطبہ پڑھا۔ پہلے آپ نے پچھلے رکوعوں سے ربط کے سلسلہ میں فرمایا۔

سورۃ الحمد میں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ منعم علیہم، مغضوب علیہم۔ منعم علیہم کو متقین فرمایا اور بتایا کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز پڑھتے، اپنے مال و جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے اور یقین رکھتے ہیں کہ وحی کا سلسلہ ابتدائے خلق آدم سے تاقیامت جاری ہے۔ یہ لوگ ہدایت کے گھوڑوں پر سوار ہیں اور مظفر و منصور ہوں گے۔ دوم، وہ لوگ ہیں جن کے لئے سنانا نہ سنانا برابر ہے اور جو شرارت سے انکار کرتے ہیں، مغضوب علیہم ہیں، ایسے ہی منافق۔ سوم، وہ جو غلطی سے گمراہ ہیں یا بدعہدیوں کی وجہ سے یہ ضال ہیں۔

اب ایک منعم علیہ کی مثال دے کر سمجھاتا ہے۔ اللہ نے فرشتوں سے مشورہ نہیں کیا بلکہ انہیں اطلاع دی (یہ اطلاع دینا خدا کا خاص فضل ہے جو بعض خواص پر ہوتا ہے) کہ میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ خلیفہ کہتے ہیں گذشتہ قوم کے جانشین کو یا جو اپنے پیچھے کسی کو چھوڑے۔ بادشاہ کو۔ (گویا یہ لفظ

ظاہری وباطنی سلطنت کو شامل ہے۔

یہ ملائکہ وہ تھے جن کے متعلق عناصر کی زمینی خدمات ہوتی ہیں اور یہ ثابت ہے اس آیت سے اِسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ (ص:۷۶) جس سے معلوم ہوا کہ عالین اس حکم کے مکلف نہیں تھے۔ صوفیوں نے لکھا ہے تمام عناصر کا مجموعہ انسان ہے۔ ہر عنصر پر ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی اپنی متعلقہ شے کی ماہیت کو جانتے تھے۔ وہ سمجھے کہ یہ تمام عناصر جب ملیں گے ضرور ان میں اختلاف ہو گا مگر انہیں معلوم نہ تھا۔ خدا انسان کو مجموعہ کمالات بنانا چاہتا ہے۔ واقعی ہماری غذا بھی عجیب ہے۔ کچھ اس میں پتھر (نمک) ہے' کچھ نباتات' کچھ حیوانات۔ پس وہ بول اٹھے کہ وہ فساد کرے گا اور خونریزی' مگر ہم تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ تیری ذات کو اس بات سے منزہ سمجھتے ہیں کہ تیرا کوئی کام حکمت اور نیک نتیجہ سے خالی ہو۔ فرشتے جو اعتراض کر رہے تھے دراصل وہی ان پر وارد ہوتا تھا کہ وہ بنی آدم کی پیدائش اور اس کی نسل کی نسبت چاہتے تھے کہ نہ ہو۔ گویا سفک دماء کرتے تھے اور یہ بھی فساد تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے مجھے کہا۔ بہت علماء تمہارے مرزا صاحب کو خلیفۃ اللہ نہیں مانتے۔ میں نے کہا یہ تعجب نہیں۔ خلفاء پر فرشتوں نے اعتراض کئے ہیں۔ یہ علماء فرشتوں سے بڑھ کر نہیں مگر فرشتوں اور دوسرے لوگوں کے اعتراض میں فرق تھا۔ فرشتوں نے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ اور سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کہہ کر اپنے اعتراض واپس لے لئے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں کسی نے خط لکھا کہ اب تو خدا بھی آئے تو میں یہ بات نہ مانوں۔ فرمایا دیکھو یہ کیسے متکبر اور بے پرواہ لوگ ہیں۔ شعیب نبی کو جب لوگوں نے کہا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (الاعراف:۸۹) تو انہوں نے جواب دیا۔ وَ مَا یَکُوْنُ لَنَا اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (الاعراف:۹۰) یعنی ہم تو کبھی تمہارے مذہب میں نہ آئیں گے۔ پھر فرمایا ہاں اگر خدا چاہے تو' کیونکہ اس کا ارادہ زبردست ہے۔ یہ پاس ادب ہے جو آج کل کے گستاخوں سے جا چکا ہے۔ دیکھو ایک ناممکن بات پر پیغمبر نے خدا کی عظمت اور جبروت و جلال کا ادب کیا ہے تو افسوس اس انسان پر جو بلا سوچے سمجھے کہتا ہے کہ یہ کام یوں ہو جائے گا اور میں یوں نہ کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' جب کوئی بادل آتا تو مضطربانہ اندر باہر پھرنے لگتے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی۔ عرب کا ملک تو ابر دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہ کیا معلوم کہ اس بادل میں کوئی خدا کا عذاب ہو۔ بدر کی جنگ میں باوجود وعدہ نصرت الٰہی کے آپ نے ایک جھونپڑی ڈال لی اور اس قدر عاجزی سے دعا کی کہ آپ کی چادر گر گئی۔ اس پر ابوبکر بول اٹھے کہ بس کیجئے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ میں فتح دوں گا۔ اس پر صوفیوں نے لکھا ہے کہ ابوبکر کو خدا کی نسبت اتنا علم نہ تھا جتنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو تھا۔ وہ خدا کی غناء ذاتی کو جانتے تھے۔

فرشتوں کے سوال سے انسان کو عبرت پکڑنی چاہئے' جسے نہ تو خدا کی صفات کا علم ہے نہ صفات سے پیدا شدہ فعل کا۔ بلکہ فعل کا اثر کچھ دیکھا ہے۔ پس وہ کس بات پر بڑھ بڑھ کر اعتراض کرتا ہے۔ مامور من اللہ کی نسبت کہتا ہے یہ نہیں چاہئے تھا وہ چاہئے تھا۔

(بدر جلد ۷ نمبر ۳۶۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

☆-☆-☆-☆